تحریک جدید کے دوسرے سال کے لئے جماعت احمدیہ سے اہم مطالبات

(فرمودہ ۱۵/ نومبر ۱۹۳۵ء)

تشہّد، تعوّذ اور سورۃ فاتحہ کے بعد سورۃ التوبہ کے رکوع ۶ کی درج ذیل آیات کی تلاوت فرمائی۔

یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَالَکُمْ اِذَا قِیْلَ لَکُمُ انْفِرُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اثَّاقَلْتُمْ اِلَی الْاَرْضِ اَرَضِیْتُمْ بِالْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا مِنَ الْاٰخِرَۃِ فَمَا مَتَاعُ الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا فِی الْاٰخِرَۃِ اِلَّا قَلِیْلٌ اِلَّا تَنْفِرُوْا یُعَذِّبْکُمْ عَذَابًا اَلِیْمًاوَّ یَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَیْرَکُمْ وَلَا تَضُرُّوْہُ شَیْئًاوَّاللّٰہُ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ اِلَّا تَنْصُرُوْہُ فَقَدْ نَصَرَہُ اللّٰہُ اِذْ اَخْرَجَہُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا ثَانِیَ اثْنَیْنِ اِذْ ھُمَا فِی الْغَارِ اِذْ یَقُوْلُ لِصَاحِبِہٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا فَاَنْزَلَ اللّٰہُ سَکِیْنَتَہٗ عَلَیْہِ وَ اَیَّدَہٗ بِجُنُوْدٍ لَّمْ تَرَوْھَا وَ جَعَلَ کَلِمَۃَ الَّذِیْنَ کَفَرُوا السُّفْلٰی وَ کَلِمَۃُ اللّٰہِ ھِیَ الْعُلْیَا وَاللّٰہُ عَزِیْزٌ حَکِیْمٌ اِنْفِرُوْا خِفَافًا وَّ ثِقَالًا وَ جَاھِدُوْا بِاَمْوَالِکُمْ وَ اَنْفُسِکُمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ ذٰلِکُمْ خَیْرٌ لَّکُمْ اِنْ کُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ لَوْ کَانَ عَرَضًا قَرِیْبًا وَّ سَفَرًا قَاصِدًا لَّاتَّبَعُوْکَ وَلٰکِنْ بَعُدَتْ عَلَیْھِمُ الشُّقَّۃُ وَ سَیَحْلِفُوْنَ بِاللّٰہِ لَوِسْتَطَعْنَا لَخَرَجْنَا مَعَکُمْ یُھْلِکُوْنَ اَنْفُسَھُمْ وَاللّٰہُ یَعْلَمُ اِنَّھُمْ لَکٰذِبُوْنَ[1]

پھر فرمایا:۔

پیشتر اس کے کہ میں آج کے خطبہ کا مضمون شروع کروں ، میں چند مختصر ہدایات اس امر کے متعلق دینا چاہتا ہوں کہ احرار کی طرف سے مباہلہ کا بہانہ بنا کر قادیان میں کانفرنس منعقد کرنے کی جو تجویزیں ہورہی ہیں بلکہ جو اطلاعات ہمیں پہنچی ہیں ، ان کے مطابق یہاں فساد پھیلانے کی جو تجویزیں ہورہی ہیں ان کے بارہ میں جماعت کو بعض احتیاطوں کی ضرورت ہے۔ میں نے بتایا ہے کہ وہ مباہلہ کا بہانہ بنا کر یہاں کانفرنس کرنا چاہتے ہیں اور یہ بات ایسی روشن اور بیّن ہے کہ سوائے ایسے شخص کے جو عمداً آنکھوں کو بند کرلے اس کا کوئی انکار نہیں کرسکتا۔ ہمیں متفرق مقامات سے ایسی اطلاعات موصول ہوئی ہیں بلکہ ایک احمدی کا بیان بھی اخبار میں شائع ہؤا ہے جس نے مولوی عطاءاللہ صاحب اور دوسرے احراری لیڈروں کے ساتھ ریل میں سفر کیا اُن کو اس کے احمدی ہونے کا علم نہ تھا۔ اُس نے سوال کیا کہ کیا مباہلہ کی شرائط طے ہوگئی ہیں؟ تو اسے جواب دیا گیا کہ بے شرائط ہی مباہلہ ہوگا۔ پھر اس نے پوچھا کیا وقت مقرر ہوگیا ہے؟ تو مولوی صاحب نے کہا کہ بے وقت ہی ہوگا اور سارا دن ہوگا۔

اسی طرح ہوشیارپور میں ایک عُرس ہوتا ہے جس پر بڑا اجتماع ہوتا ہے۔ اس موقع پر بھی ان کے بعض لیڈر وہاں گئے تھے انہوں نے وہاں جو تقریریں کیں ان میں بھی یہی بات کہی گئی کہ بے شرائط مباہلہ ہوگا۔ بلکہ کسی کے دریافت کرنے پر کہ کیا شرائط طے ہوگئی ہیں؟ اُسے جواب دیا گیا کہ شرائط کی ضرورت ہی کیا ہے آخر ہم نے وہاں جلسہ بھی کرنا تھا یا نہیں۔ تو ان لوگوں کے یہاں آنے کی غرض کانفرنس کرنا اور فساد پھیلانا ہی ہے ورنہ اگر انہیں اللہ تعالیٰ پر اتنا یقین ہوتا کہ سمجھتے ہم سچے ہیں اور مباہلہ کرسکتے ہیں تو جس طرح میں نے قسم کھا کر مباہلہ کرہی دیا ہے یہ لوگ بھی اسی طرح کیوں نہ کر دیتے۔ وہ اخباروں میں اعلان کررہے ہیں کہ احمدی مباہلہ سے ڈر گئے حالانکہ مَیں نے پہلے ہی قسم کھا لی تھی اور کیا ڈرنے والا پہلے ہی قسم کھا لیا کرتا ہے؟ جو الزام وہ لگاتے تھے ان کو مدنظر رکھتے ہوئے اور ان کے مطابق الفاظ میں مَیں نے قسم شائع کردی ہے تا کوئی یہ نہ کہہ سکے کہ مباہلہ سے ڈر گئے ہیں۔ اسی طرح اگر وہ یقین رکھتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنے آپ کو نَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ ذٰلِکَ رسول کریم ﷺ سے افضل سمجھتے تھے بلکہ آپ پر ایمان نہ رکھتے تھے اور مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کی عظمت آپ کے دل میں نہ تھی اور آپ چاہتے تھے کہ مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کی نَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ ذٰلِکَ اینٹ سے اینٹ بج جائے اور یہ کہ جماعت احمدیہ کا بھی یہی عقیدہ ہے تو کیوں احرار کے

لیڈروں نے میرے الفاظ کے مترادف میں بِالمقابل قسم شائع نہیں کر دی ۔ اگر وہ بھی قسم کھا لیتے تو لوگوں کو پتہ چل جاتا کہ وہ بھی مباہلہ کے لئے تیار ہیں یا پھر میری پیش کردہ شرائط ہی شائع کر دیتے اور لکھ دیتے کہ ہمیں یہ منظور ہیں جب میں نے ان کی اس چالاکی کی وضاحت کی اور بتایا کہ میری طرف سے کیا شرائط تھیں تو ان کی طرف سے کہا گیا کہ یہ نئی شرائط ہیں جس سے معلوم ہؤا کہ شرائط کے متعلق ابھی جھگڑے کا امکان تھا اگر کوئی امکان نہ تھا تو اب وہ کیوں کہہ رہے ہیں کہ یہ نئی شرائط ہیں ۔ جب مجھ پر چھوڑ دیا تھا تو چاہیئے تھا کہ جو میں کہتا اسے مان لیتے ۔ اور اگر ابھی ان کے لئے بولنا باقی تھا تو معلوم ہؤا کہ ابھی شرائط طے نہیں ہوئی تھیں ۔ پس اول تو انہیں قادیان میں آنا نہیں چاہیئے تھا اگر نیت مباہلہ کی ہوتی تو جیسا کہ میں نے کہا تھا وہ لاہور یا گورداسپور میں کرتے ۔ ان کی غرض لڑائی اور فساد کرنا ہے کیونکہ وہ سمجھتے ہیں کہ شاید اِس طرح ان کا کام بن جائے لیکن دین کے لئے جو لڑائی ہو اس سے مؤمن کبھی نہیں ڈرتا ۔ اگر فساد ہو تو زیادہ سے زیادہ یہی ہوگا کہ کوئی مر جائے گا یا کسی اور رنگ میں نقصان پہنچ جائے گا لیکن کیا مؤمن بھی کبھی موت سے ڈر سکتا ہے؟ مؤمن کا فرض ہے کہ جہاں تک ممکن ہو فساد اور لڑائی سے بچے ۔ لیکن اگر خدا کی مشیّت ایسا موقع لے ہی آئے تو مؤمن کبھی ڈرا نہیں کرتا ۔ خدا تعالیٰ کا حکم ہے کہ دشمن کو نہ بلاؤ ۔ اس لئے وہ کوشش کرتا ہے کہ اُسے دُور رکھے ۔ لیکن اگر لڑائی ہو ہی جائے اور کوئی آدمی مر ہی جائے تو یہ ہمارے لئے کسی گھبراہٹ کا موجب نہیں بلکہ ثواب کا موجب ہوگا ۔

رسول کریم ﷺ اور صحابہؓ کی ہمیشہ نیت ہوتی تھی کہ لڑائی نہ ہو لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ وہ ڈرتے تھے ۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ كَاَنَّمَا يُسَاقُوْنَ اِلَى الْمَوْتِ[2] یعنی لڑائی کے لئے جانا انہیں موت معلوم ہوتا تھا گویا انہیں لڑائی اتنی بُری لگتی تھی کہ وہ کبھی نہیں چاہتے تھے کہ لڑائی ہو ۔ مگر جب لڑائی ہوتی تو وہی صحابہ جن کے متعلق اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا ہے ان کی حالت بالکل بدل جاتی تھی ۔ بدر کے موقع پر جب کفار اور مسلمان آمنے سامنے ہوئے تو مکہ والوں نے ایک شخص کو بھیجا کہ جا کر اندازہ لگاؤ مسلمانوں کی تعداد کتنی ہے؟ وہ گیا اور آ کر کہا کہ مسلمانوں کی تعداد سَوا تین سَو ہے اور سامان بھی کچھ نہیں ۔ اس کا یہ اندازہ صحیح تھا کیونکہ مسلمان صرف تین سَو تیرہ تھے مگر اُس نے کہا کہ باوجود اس کے مَیں تمہیں یہی مشورہ دیتا ہوں کہ لڑائی مت کرو کیونکہ بے شک ان کی تعداد کم ہے

مگر میں نے ان کے چہروں کی طرف دیکھا تو مجھے ایسا معلوم ہوا کہ گھوڑوں اور اونٹوں پر آدمی نہیں بلکہ موتیں سوار ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ ان میں سے ہر ایک یہ عزم کئے ہوئے ہے کہ یا مار دے گا یا مر جائے گا۔ تو ان کی طرف تو یہ حالت تھی کہ لڑائی کے لئے جانا ان کے لئے موت تھا مگر جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے مجبور کیا گیا کہ جاؤ تو وہ اس موت کو بالکل حقیر سمجھنے لگ گئے بلکہ اسے ایک نعمت خیال کرنے لگ گئے۔ پس ہم بھی لڑائی سے احتراز کرتے ہیں۔ اور ہماری کوشش یہی ہے کہ لڑائی نہ ہو لیکن اِس کی وجہ یہ نہیں کہ ہم ڈرتے ہیں بلکہ یہ ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کا امتحان کرنا نہیں چاہتے۔ وہ ہمارا آقا اور مالک ہے اس لئے اُس کے سامنے ادب کے مقام پر کھڑے ہیں مگر جب وہ خود ایسے حالات پیدا کر دے جو مؤمن سے قربانی کا مطالبہ کرتے ہوں تو مؤمن سے زیادہ دلیر کوئی نہیں ہوتا۔ اور دنیا کے تمام مصائب اسے ایسے حقیر نظر آتے ہیں کہ وہ انہیں پرِ پشہ کے برابر بھی وقعت نہیں دیتا۔ بہر حال اپنے نقطہ نگاہ سے احرار سمجھتے ہیں کہ یہاں آ کر فساد کر دینا ان کے لئے بڑی کامیابی ہے۔ اور ایسی صورت میں جماعت کے لوگوں کے لئے ضروری ہے کہ وہ انتظام کریں۔ نیشنل لیگ انتظام کر بھی رہی ہے مگر میں بھی چاہتا ہوں کہ چند نصائح کروں جو جماعت کے پیشِ نظر رہنی چاہئیں۔ میں نے پہلے بھی کہا ہے اور آج پھر بھی کہنا چاہتا ہوں کہ جماعت کو یہ امر مدنظر رکھنا چاہیے کہ جیسا کہ میں پہلے بھی کئی بار ظاہر کر چکا ہوں بعض سرکاری حکام اور احرار کا بھی منشاء یہ ہے کہ ہمیں قانون شِکن بنائیں مگر ہمیں کبھی بھی قانون شکنی نہ کرنی چاہئے۔ اسلام نے ایسے طریق بتائے ہیں کہ بغیر قانون شکنی کے ہم اپنے حقوق لے سکتے ہیں اور میں یقین رکھتا ہوں کہ اگر قرآن کریم کے بتائے ہوئے گُروں پر عمل کیا جائے تو قانون کے کامل احترام کے باوجود اِن شرور کا جو خواہ حکومت کی طرف سے ہوں اور خواہ رعایا کی طرف سے ہم ازالہ کر سکتے ہیں اور اپنے لئے ترقی کے راستے کھول سکتے ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ہمیں قانون کے احترام کی تعلیم دی ہے۔ اِسی پر ہمیشہ دشمن اعتراض کرتا چلا آیا ہے کہ اسی طرح آپ نے اپنی جماعت کو دائمی غلامی پر رضامند رہنے کی تعلیم دی ہے۔ آپ کے بعد حضرت خلیفہ اوّل بھی ہمیں یہی تعلیم دیتے رہے اور اب مَیں بھی ہمیشہ یہی کہتا رہتا ہوں اور دشمن اپنے اعتراض میں ترقی کر رہا ہے پس اللہ تعالیٰ نے اب ہمیں یہ موقع دیا ہے کہ دشمن پر ثابت کر دیں کہ بغیر قانون شکنی کے بھی ترقی ہوسکتی ہے بلکہ حقیقی ترقی صرف اسی طرح ہوسکتی ہے۔ ایسے موقع کو اپنے ہاتھوں سے ضائع کر دینا

حماقت ہے اللہ تعالیٰ نے ہمیں یہ ایک موقع دیا ہے کہ ہم بتا دیں کہ قرآن کریم اور اسلام کی تعلیم مکمل ہے اور اس سے انسان کی سب ضرورتیں پوری ہوسکتی ہیں ۔ اور اگر ہم اس اصل کو چھوڑ دیں تو یہ ہمارا کھلا اعترافِ شکست ہوگا کیونکہ ہم دنیا کو اپنے عمل سے یہ بتائیں گے کہ جب ہم پر مصیبت آئی تو ہم نے تسلیم کرلیا کہ بغیر قانون شکنی کے ہماری فتح نہیں ہوسکتی ۔ اس موقع پر ہمیں یہ ثابت کر دینا چاہئے کہ قرآن کریم نے ہمیں جو تعلیم دی ہے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جو اس کی تشریح فرمائی ہے وہی صحیح طریقِ عمل اور وہی کامیابی کی کلید ہے ۔

پس میں نصیحت کرتا ہوں کہ ہماری طرف سے قانون شکنی کی کوئی صورت نہ ہو ۔ مثلاً آج کی پریڈ میں مَیں نے دیکھا کہ اور تو سب لوگوں کے ہاتھوں میں لاٹھیاں تھیں لیکن ایک شخص کے ہاتھ میں کلہاڑی کی قسم کا کوئی ہتھیار تھا ۔ کل ہی اخبارات میں اعلان ہوا ہے کہ کلہاڑیاں لے کر چلنا پھرنا حکومت نے خلافِ قانون قرار دے دیا ہے ۔ یوں تو کلہاڑیاں وغیرہ لوگ لکڑیاں پھاڑنے کے لئے گھروں میں رکھتے ہی ہیں لیکن بعض قسم کی کلہاڑیاں رکھنا یا ان کی نمائش کرنا قانون کے خلاف ہے ۔ مجھے نہیں معلوم کہ یہ کلہاڑی جو اس دوست کے پاس تھی قانون کی زد میں آتی ہے یا نہیں لیکن مؤمن کو مواقع التہم سے بچنا چاہئے تا دشمن اُس کے افعال سے جماعت کو بدنام نہ کرسکے ۔ اس کلہاڑی کے متعلق تو میں نے اُسی وقت حکم دے دیا تھا کہ فوراً اس شخص سے لے لی جائے مگر آئندہ بھی کوئی شخص ایسی غلطی کرسکتا ہے اس لئے میں نصیحت کرتا ہوں کہ کوئی فعل ایسا نہ کیا جائے جو قانون شکنی کی حد میں آتا ہو ۔ اور قانون کے اندر رہ کر دشمن کو دکھا دیا جائے کہ قرآن کریم کی تعلیم اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تشریح انسان کو کامیابی سے محروم نہیں کرتی بلکہ وہی حقیقی کامیابی کی کلید ہے ۔

دوسری نصیحت میں یہ کرتا ہوں کہ جب طبائع میں جوش ہو تو لوگ اخلاق کو بھول جاتے ہیں حالانکہ اخلاق دِکھانے کا وقت وہی ہوتا ہے جب آدمی ٹھنڈے دل کے ساتھ گھر میں بیٹھا ہو تو سوائے پاگل کے کون ہے جو دوسرے سے بدخُلقی سے پیش آئے ۔ بُرے سے بُرا آدمی بھی کبھی ایسا نہیں کرتا کہ آرام سے بیٹھا ہوا کھانا کھا رہا ہو اور باہر نکل کر محلّہ والوں کو گالیاں دینے لگ جائے ۔ پس اچھے اخلاق کی یہی علامت ہے کہ انسان اُس وقت بھی اپنے جذبات کو قابو میں رکھے جب اُسے اشتعال دلایا جاتا ہو ۔ اگر احرار یہاں آئے تو اُن کی طرف سے اشتعال دلانے کی پوری کوشش کی جائے یعنی

اگر وہ کانفرنس کے لئے آئے پھر اگر مباہلہ کی نیت سے آئیں تو اس کا کوئی خطرہ نہیں کیونکہ اس صورت میں وہ زیادہ سے زیادہ ایک ہزار آدمی ہونگے اور تقریریں وغیرہ کوئی نہیں کریں گے بلکہ زیادہ سے زیادہ پندرہ بیس منٹ میں ہر ایک فریق اپنا عقیدہ بیان کر دے گا۔ اور پھر دعا کر کے دونوں فریق اپنے اپنے گھروں کو چلے جائیں گے مگر جیسا کہ اطلاعات سے معلوم ہوتا ہے وہ جلسہ کے لئے آئیں گے اور اشتعال دلانے کی کوشش کریں گے اور چونکہ میں نے بھی جماعت کو اجازت دے دی ہے کہ وہ اِس سال ان کی تقریروں کا جواب جلسوں وغیرہ کے ذریعہ سے لٹریچر تقسیم کر کے دے سکتے ہیں اور میرا حکم گزشتہ سال کی طرح یہ نہیں کہ ہمارے دوست گھروں میں رہیں حتّٰی کہ کوئی اشتہار بھی تقسیم نہ کیا جائے، اس لئے اس دفعہ احتیاط کی اور بھی ضرورت ہے۔ گزشتہ سال ہم نے یہ حکم حجت تمام کرنے کے لئے دیا تھا اور حجت پوری کرنے کے لئے بعض دفعہ انسان اپنے حقوق بھی چھوڑ دیتا ہے کیونکہ انتہائی نمونہ دکھائے بغیر دشمن کو سمجھانا مشکل ہوتا ہے۔ پس یہ بتانے کے لئے کہ حکومت نے بھی ہمارے ساتھ سختی کی ہے اور احرار نے بھی زیادتی کی ہے ہم اپنے حقوق سے بھی دست بردار ہو گئے تھے مگر اِس دفعہ یہ نہیں ہوگا بلکہ اگر کوئی احمدیت پر حملہ کرے گا تو ہمیں پورا حق ہوگا کہ خواہ تقریر سے خواہ تحریر سے جواب دیں یا افراد سے الگ الگ ملاقات کر کے دیں۔ ہمارے آدمی وہاں جائیں اور ان کی باتوں کو نوٹ کریں اور پھر اُن کی تردید مناسب موقع پر کریں۔ اور اگر ان کے لیکچرار کوئی چیلنج دیں تو اُسے قبول کریں۔ غرض قانون نے ہمیں جو حقوق دیئے ہیں اور شریعت نے ان کو ردّ نہیں کیا ہماری جماعت کو اجازت ہوگی کہ انہیں پوری طرح استعمال کرے مگر ہماری طرف سے بداخلاقی نہیں ہونی چاہئے۔ بعض لوگوں کی عادت ہوتی ہے کہ کسی نے گالی دی تو اُس کا جواب گالی میں دے دے۔ یا جلسہ میں ہی لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْكَاذِبِيْنَ کہہ دیا جیسا کہ پچھلے دنوں ایک نوجوان نے ان کی تقریر میں ایسا کہہ دیا تھا۔ یہ طریق ہماری جماعت کے لئے مناسب نہیں۔ گو میں سمجھتا ہوں کہ احرار کو اعتراض کرنے کو کوئی حق نہیں۔ کیونکہ ان کے اعمال کی تاریکی انہیں دوسرے پر ایسا اعتراض کرنے کی اجازت نہیں دیتی۔ مگر مشکل یہ ہے کہ یہ لوگ اپنے بُرے اعمال کو بھول جاتے ہیں اور ہماری معمولی باتیں انہیں یاد رہتی ہیں اور یہی ہماری فتح کی علامت ہے۔ دو سال ہوئے میں نے لاہور میں حضرت رسول کریم ﷺ کی سیرت پر تقریر کی تو اِن ہی کی قماش کے لوگوں کی طرف سے آدمی بھیجے گئے کہ جلسہ میں شور کریں

۔اور ابھی میں نے تقریر شروع ہی کی تھی کہ ایک مولوی صاحب کہنے لگے پگڑی تو اتنی بڑی باندھی ہوئی ہے مگر باتیں کیسی کرتا ہے۔ حالانکہ نہ میں نے کسی پر اعتراض کیا تھا اور نہ کسی کی تردید کی تھی صرف آنحضرت ﷺ کی سیرت بیان کرنے لگا تھا کہ اس نے کہہ دیا پگڑی تو اتنی بڑی باندھی ہوئی ہے اور باتیں کیسی کرتا ہے۔تو انہیں یہ باتیں بھول جاتی ہیں انہیں یہ یاد نہیں کہ سیالکوٹ میں جو اِن کا بڑا مرکز ہے ہمارے ایک جلسہ میں ان کے بیس ہزار آدمی برابر ایک گھنٹہ دس منٹ تک ہم پر پتھر برساتے رہے جس سے ہمارے ۲۴ آدمی زخمی ہوئے جن میں سے بعض کو شدید زخم آئے۔ وہاں پولیس افسر موجود تھے مگر وہ بھی انہیں روکتے نہیں تھے بلکہ ان میں سے ایک ان کو انگیخت کر رہا تھا کہ روشنی میں پتھر نہ مارو، اس طرح ہم پر الزام آتا ہے، اُس درخت کے پیچھے چھپ کر مارو۔آخر سپرنٹنڈنٹ پولیس جو ایک انگریز تھے، وہاں پہنچے مگر وہ بھی ایک عرصہ تک انتظام نہ کر سکے پھر ڈپٹی کمشنر صاحب آئے یہ سب ان کو روکتے رہے۔مگر وہ برابر پتھر مارتے گئے۔حتّٰی کہ ہمارے ۲۴ آدمی زخمی ہو گئے اور ان میں سے ایک کا ہاتھ اب تک بیکار ہے مگر میں نے اپنے آدمیوں سے کہہ دیا کہ ان کی طرف مخاطب نہ ہوں۔ ماریں کھائیں مگر بولیں نہیں اور ہمارے آدمی اسی طرح چپ بیٹھے رہے جس طرح آپ لوگ اِس وقت بیٹھے ہیں۔ جو زخمی ہوتا وہ اُٹھ کر چلا جاتا یا دوسرے اُٹھا کر اُسے لے جاتے مگر اپنی جگہ سے کوئی نہ ہلتا تھا۔اِس کا نتیجہ یہ ہؤا کہ ایک شدید مخالف جو کئی بار اس سے پہلے ہمیں گالیاں دے چکا تھا آدھی رات کے وقت ہماری قیام گاہ پر آیا اور اُس نے کہا کہ جنگِ احد کی باتیں ہم سنا کرتے تھے اور سمجھتے تھے کہ یہ کہانی ہے مگر آج اُحد کا نظارہ ہم نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا۔جس وقت یہ لوگ پتھر مار رہے تھے کئی غیر احمدی رؤساء میرے پاس آئے کہ خطرہ بڑھ رہا ہے، آپ سٹیج پر نہ ٹھہریں مگر میں نے انکار کر دیا اور کہا کہ ہم نہیں ہلیں گے جب تک تقریر نہ کر لیں۔ باوجودیکہ میرے چاروں طرف دوست اِخلاص سے کھڑے تھے مگر پھر بھی میز پر ایک پتھروں کا ڈھیر لگ گیا۔اور دوسرے دن کئی من پتھر وہاں سے دوستوں نے جمع کئے اور گو چاروں طرف سے دوست احاطہ کئے کھڑے تھے پھر بھی تین پتھر مجھے آ کر لگے تو یہ شرمناک نظارہ، یہ بے حیائی اور بے غیرتی کا نظارہ انہیں بھول جاتا ہے لیکن ہمارے ایک بیوقوف نوجوان کی بات یاد رہتی ہے مگر ان کا حق ہے کہ ایسا کریں۔اس لئے کہ وہ ایسی قوم ہے جس نے خدا تعالیٰ کے نور کو نہیں دیکھا اور تم نے اس کی تازہ آواز کو سنا ہے اور جب وہ تم پر اعتراض کرتے

ہیں تو ان کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ ہم تو جو کچھ ہیں، ہیں ہی تم کیوں ایسا کرتے ہو۔ پس ہمارے لئے شرم کا مقام ہے اگر ہم دشمن کو ایسا موقع دیں جو ہماری سچائی پر حرف لانے والا ہو۔ اس لئے قانون اور شریعت کے دیئے ہوئے حقوق کا استعمال کرو مگر اخلاق کو نہ چھوڑو کیونکہ شدید اشتعال کے وقت ہی اعلیٰ اخلاق کا نمونہ دکھانے کا موقع ہوتا ہے۔

تیسری بات یہ ہے کہ اگر دشمن فساد کر دے تو یاد رکھو کہ مؤمن کی قربانی کا مقابلہ اور کوئی شخص نہیں کرسکتا۔ رسول کریم ﷺ اور صحابہ کو بیسیوں جنگیں کرنی پڑیں بلکہ سینکڑوں جنگیں پیش آئیں ۔حضرت علی رضی اللہ عنہ کے زمانہ تک مسلمانوں نے اُس وقت کی معلوم دنیا قریباً قریباً ساری فتح کر لی تھی اور اس کے لئے انہیں سینکڑوں لڑائیاں لڑنی پڑیں مگر مسلمانوں کو حقیقی شکست کبھی نہیں ہوئی۔ بعض اوقات شکست نما صورتیں پیدا ہوئیں مگر حقیقی شکست کبھی نہیں ہوئی۔ مثلاً رسول کریم ﷺ کی زندگی میں دو واقعات ایسے ہیں ایک اُحد کا اور ایک حنین کا جب بظاہر مسلمان میدان سے ہٹے مگر یہ کبھی نہیں ہوا کہ مسلمان میدان سے ہٹ کر بھاگ گئے ہوں۔ اِلَّا مَاشَاءَ اللّٰہُ سوائے ایک دو کمزور طبیعت لوگوں کے یا ان لوگوں کے جو پیچھے لوگوں کو حالات کی خبر دینا چاہتے تھے۔ اُحد کا مقام مدینہ سے نزدیک تھا مگر اُحد کے موقع پر بھی معلوم ہوتا ہے کہ صرف چند آدمی مدینہ میں پہنچے۔ مگر ممکن ہے وہ سب کے سب خبر دینے ہی گئے ہوں ورنہ جب کبھی مسلمانوں کے قدم اُکھڑے وہ میدان میں ہی اِدھر اُدھر رہے، بھاگے نہیں۔ حنین کے موقع پر بھی صحابہ کے قدم اُکھڑے ہیں تو ارادہ سے نہیں بلکہ اِس وجہ سے کہ اس جنگ میں دو ہزار کے قریب کافر بھی شریک ہو گئے تھے اور جب وہ بھاگے تو ان سے ڈر کر صحابہ کے گھوڑے بھی بھاگ پڑے۔ ایک صحابی کا بیان ہے کہ ہم سواریوں کی باگیں انہیں روکنے کے لئے اِس قدر زور سے کھینچتے تھے کہ ان کے منہ کمر سے آ لگتے تھے مگر جب باگیں ڈھیلی کرتے تو وہ بھاگ اُٹھتے یہ صحابہ کا دَوڑنا نہیں کیونکہ سپاہی کا دوڑنا اُسے کہتے ہیں کہ میدان سے گھوڑا بھاگے تو وہ اسے تیز کرنے کے لئے اور مارے۔ مگر صحابہ نے ایسا نہیں کیا بلکہ بعض تو سواریوں سے اُتر کر پیدل ہی واپس لَوٹ پڑے۔ اس لئے یہ شکست نہیں کہلا سکتی مگر جو کچھ بھی ہو صرف یہ دو واقعات ہیں جنہیں شکست کے مشابہہ کہا جا سکتا ہے۔ مگر دونوں مواقع پر رسول کریم ﷺ اور آپ کے ساتھ کچھ اور صحابہ کھڑے رہے اور باقی صحابہ بھی میدان سے ہٹ کر چلے نہیں گئے۔ پس یہ کبھی نہیں ہوا کہ مسلمان

چلے گئے ہوں اور دشمن میدان میں کھڑا رہا ہو بلکہ دونوں مواقع پر دشمن میدان چھوڑ گیا اور مسلمان کھڑے رہے حتّٰی کہ حنین کے موقع پر مسلمانوں نے ایک سارے کا سارا قبیلہ گرفتار کرلیا یہ نہیں کہہ سکتے کہ صحابہ کو کبھی بھی شکست نہیں ہوئی تھی ۔ پس مؤمن اول تو لڑتا نہیں اور اگر لڑائی کے لئے مجبور کیا جائے تو میدان سے کبھی نہیں ہٹتا۔ قرآن کریم سے معلوم ہوتا ہے کہ مؤمن صرف دو صورتوں میں پیچھے ہٹتا ہے ۔ ایک تو حملہ کرنے کے بعد بڑے لشکر سے ملنے کے لئے اور دوسرے زیادہ مفید صورت میں حملہ کرنے کے لئے ۔ مثلاً لکیر کاٹ کر دشمن پر حملہ کرنے کے لئے ۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ سوائے ان دو صورتوں کے مؤمن میدان سے پیچھے نہیں ہٹتا۔ پس اگر فرض کرلیں کہ گورنمنٹ اپنا فرض ادا نہیں کرتی اور فرض کرلیں کہ احرار آتے اور فساد کرتے ہیں تو ایسی صورت میں یاد رکھو کہ مؤمن کی موت اُس کی زندگی سے زیادہ قیمتی ہوتی ہے ۔ لوگ کہتے ہیں احمدی ۵۶ ہزار ہیں ۔ میں کہتا ہوں کہ اگر یہ چھپن ہزار اپنی جانیں قربان کردیں تو ۵۶ ہزار زندوں سے یہ ۵۶ ہزار مُردے بہت زیادہ کام کرسکتے ہیں ۔

بچپن میں ہم کہانیاں پڑھا کرتے تھے کہ بعض دیو ایسے ہوتے تھے کہ جب اُن کو مارا جاتا تو اُن کے خون کے ہر قطرے سے جو زمین پر گرتا کئی اور دیو پیدا ہوجاتے تھے وہ تو کہانیاں تھیں مگر مؤمنوں کے متعلق یہ بات بالکل درست ہے کہ جب مؤمن کے خون کا قطرہ زمین پر گرتا ہے تو وہ ہزاروں مؤمن پیدا کر دیتا ہے ۔ پس موت کی صورت میں تمہاری قیمت زندگی سے بہت زیادہ ہے ۔ جان دینے میں مؤمن کو صرف ایک ہی شبہ ہوسکتا ہے کہ اگر مر گئے تو اعمالِ صالحہ سے محروم رہ جائیں گے ۔ مثلاً ایک شخص کی عمر چالیس سال ہے اگر ساٹھ سال وہ اور زندہ رہتا ہے تو اس عرصہ میں وہ اور بہت سی نیکیاں کرسکتا تھا پس موت کے راستہ میں صرف یہی ایک نیکی کا خیال اُس کے لئے روک بن سکتا ہے ورنہ اگر وہ صحیح طور پر آخرت کو مقدم کرتا ہے تو کوئی دُنیوی خیال اُس کے راستہ میں روک بن ہی نہیں سکتا ۔ یہی ایک خیال کہ اتنی مدت کی نمازوں ، روزوں ، جہاد اور تبلیغ سے محروم رہ جاؤں گا ۔ اس شبہ کی معقولیت کو اللہ تعالیٰ نے بھی تسلیم کیا ہے اور پھر اس کا جواب بھی دیا ہے چنانچہ فرمایا لَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ بَلْ اَحْيَاءٌ [۳] یعنی شہید کے اعمال کبھی ختم نہیں ہوسکتے ۔ وہ ہمیشہ زندہ ہے اور اس کے اعمال ہمیشہ بڑھتے رہتے ہیں اِس نے خدا کے لئے جان قربان کردی اور خدا نے نہ چاہا کہ اس کے اعمال ختم ہوجائیں ۔ کوئی دن نہیں گزرتا کہ تم نمازیں پڑھو اور ان کا ثواب تمہارے

نام لکھا جائے اور شہید اس سے محروم رہے۔کوئی رمضان نہیں گزرتا کہ تم اس کے روزے رکھو اور ان کا ثواب تمہارے نام لکھا جائے اور شہید اس سے محروم رہے۔کوئی حج نہیں کہ تم تکلیف اُٹھا کر اس کا ثواب حاصل کرو اور شہید اس ثواب سے محروم رہے۔قرآن کریم نے فرما دیا ہے کہ ان کو مُردہ مت کہو وہ زندہ ہیں اور وہی برکتیں حاصل کر رہے ہیں جو تم کرتے ہو۔یہی وجہ ہے کہ رسول کریم ﷺ نے ایک شہید صحابی کے لڑکے کو دیکھا کہ افسردہ تھا۔آپ نے اُسے پاس بلایا اور پوچھا تمہیں پتہ ہے تمہارے باپ کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے کیا سلوک کیا؟ اُس نے کہا میں نہیں جانتا اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے یا اُس نے اپنے رسول کو بتایا ہوگا۔آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے باپ کو بلایا اور فرمایا کہ تم نے میری راہ میں قربانی کی اور جان دے دی اب مانگو کیا مانگتے ہو اور طلب کرو جو تمہاری خواہش ہے میں دوں گا۔تو اُس نے جواب دیا کہ اے خدا! میری ایک ہی خواہش ہے کہ تو مجھے زندہ کر دے اور میں پھر تیری راہ میں مارا جاؤں۔پھر زندہ کر دے اور پھر میں تیری راہ میں مارا جاؤں اور یہی چیز تھی جسے مکہ کے کافروں نے صحابہ کے چہروں سے پڑھا اور کہا کہ مسلمانوں کے گھوڑوں اور اونٹوں پر آدمی نہیں بلکہ موتیں سوار ہیں۔پس تم ہر ایک فتنہ سے احتراز کرو لیکن اگر کوئی حملہ کرے تو یہ آواز کوئی نہ سنے کہ تم وہاں سے بھاگ گئے۔

میرا ارادہ تھا کہ تحریک جدید کے بعض حصے ابتدائی تمہیدات کے بعد چند خطبوں میں بیان کرونگا مگر چونکہ اگلے جمعہ کو ممکن ہے کہ خطبہ موجودہ حالات کے لحاظ سے مجھے اور اغراض کے لئے استعمال کرنا پڑے اس لئے میں چاہتا ہوں کہ اس تحریک کا آج ہی اعلان کر دوں۔میں نے گزشتہ سال بتایا تھا کہ یہ سکیم تین سال کے لئے ہے مگر ہر سال مَیں اسے دُہرایا کروں گا تا دوستوں کو اپنے عہد کو تازہ کرنے کا موقع ملتا رہے۔اور تا اگر کسی بات میں تبدیلی یا ترمیم کرنی ہو تو کی جا سکے۔میں نے بتایا تھا کہ قربانی اچھی چیز ہے اور ہر مؤمن کی خواہش ہوتی ہے کہ قربانی کرے مگر جس قربانی کے لئے وہ سامان پیدا نہیں کرتا اُس کی خواہش کرنا ایمان کی علامت نہیں بلکہ نِفاق کی علامت ہے۔جس شخص کے پاس ایک پیسہ بھی نہیں وہ اگر کہے کہ میرے پاس دس کروڑ روپیہ ہو تو مَیں خدا کی راہ میں دے دوں۔تو اُس کی اِس خواہش کی کیا قیمت ہے۔ایسے کئی لوگوں کو جب مال مل جاتا ہے تو پھر وہ قربانی نہیں کرتے۔

رسول کریم ﷺ کے پاس ایک شخص آیا اور اُس نے کہا کہ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ! میں لوگوں کو دیکھتا ہوں کہ وہ زکوٰۃ دیتے ہیں، صدقہ خیرات کرتے ہیں، غرباء کو کھانا کھلاتے ہیں، ننگوں کو کپڑے دیتے ہیں تو میرے دل میں حسرت پیدا ہوتی ہے کہ کاش! میں بھی کروں۔ آپ دعا کریں اللہ تعالیٰ مجھے بہت سا مال دے اس کے لئے ابتلاء مقدر ہوگا۔ آپ نے دعا کی اور وہ اتنا مالدار ہوگیا کہ صحابہ کا بیان ہے کہ اُس کے مال سے ایک وادی بھر جاتی تھی۔ رسول کریم ﷺ کی طرف سے ایک شخص اُس کے پاس زکوٰۃ لینے کے لئے گیا تو اُس نے کہا کہ بیوی بچوں کے اخراجات پورے کریں، مال مویشی کے چارہ اور اُن کی دیکھ بھال کے لئے نوکروں پر خرچ کریں یا زکوٰۃ دیں۔ محنت ہم کرتے ہیں اور زکوٰۃ دوسروں کو دیں۔ اس شخص نے آکر رسول کریم ﷺ کو اُس کا جواب سنا دیا۔ آپ کا قاعدہ تھا کہ ایسے لوگوں کو سزا دیتے تھے جو زکوٰۃ نہ دیں لیکن اس کے متعلق آپ نے ایسا نہیں کیا بلکہ اسے یہ سزا دی کہ فرمایا آئندہ اس سے کبھی زکوٰۃ نہ لی جائے۔ کیونکہ آپ اسے نشان کے طور پر قائم رکھنا چاہتے تھے۔ کچھ عرصہ کے بعد اُسے اپنی غلطی کا احساس ہوا اور وہ مویشیوں کا ایک بڑا گلّہ زکوٰۃ کے طور پر لے آیا جو اِس قدر تھا کہ صحابہ کا بیان ہے جہاں تک نظر جاتی تھی مویشی ہی مویشی نظر آتے تھے۔ مگر رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ تم سے زکوٰۃ نہیں لی جائے گی اور وہ روتا ہوا واپس چلا گیا اِسی طرح وہ ہر سال آتا رسول کریم ﷺ اُس کی زکوٰۃ قبول نہ کرتے اور وہ روتا ہوا چلا جاتا۔ حتّٰی کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا زمانہ آیا اور اُس نے آکر کہا کہ اب تو میری توبہ قبول کر لی جائے۔ مگر آپ نے فرمایا کہ لے جاؤ جسے رسول کریم ﷺ نے قبول نہیں کیا اُسے میں کیسے قبول کر سکتا ہوں۔ اس کا دستور تھا کہ ہر سال اسی طرح زکوٰۃ کا مال لاتا اور پھر روتا ہوا واپس چلا جاتا۔ تو کئی لوگ ہوتے ہیں جو کہتے ہیں کہ اگر ہمارے پاس مال ہوتا تو یوں کرتے، یوں کرتے لیکن اُن کی مثال ایسی ہی ہے کہ جیسے کوئی بڈھا آدمی جو چارپائی پر پڑا ایڑیاں رگڑ رہا ہو، کہے کہ اگر مجھ میں طاقت ہوتی تو یوں جہاد کرتا۔ اگر ایک کنگال کہے کہ میرے پاس مال ہوتا تو میں یوں قربانی کرتا۔ تو اس کا کیا ثبوت ہے کہ وہ ضرور ایسا کرتا۔ اس کی سچائی اسی طرح معلوم ہو سکتی ہے کہ جو اُس کے پاس ہے وہ پیش کرے یا جو قربانی اُس کے لئے ممکن ہے اُس کے لئے سامان مہیا کرے۔ قادیان کے ایک شخص کا واقعہ مجھے یاد ہے اس سے جب کسی نے کہا کہ چندہ دیا کرو تو اُس نے کہا کہ قرآن کریم کا حکم قُلِ الْعَفْوَ ہے یعنی جو

بچے وہ دو۔ اور ہم بچاتے ہی نہیں تو دیں کہاں سے۔ واقعی لطیفہ تو اسے خوب سوجھا قرآن کریم میں یہ الفاظ موجود ہیں کہ عفو میں سے خرچ کرو۔ اور عفو کے معنے زائد مال کے بھی ہیں۔ لیکن اس کے معنے بہترین مال کے بھی ہیں اگر بچے کی شرط کو پیش کر کے سب لوگ کھائیں، اُڑائیں اور کہہ دیں کہ بچتا کچھ نہیں۔ تو یہ اس امر کی علامت ہوگی کہ ان کے اندر ایمان نہیں خالی دعووٴں کو کیا کرنا ہے جب حقیقت کچھ نہ ہو۔ پس اگر واقعی تمہارے اندر سچی خواہش ہے تو ایسا ماحول پیدا کرو جس میں قربانی ممکن ہو۔ ورنہ خالی دعویٰ بے فائدہ شے ہے دعویٰ کرنا تو مشکل نہیں بلکہ منافق زیادہ دعوے کیا کرتے ہیں۔

میں نے ایک دفعہ جلسہ میں تقریر کی اور اس میں کہا کہ ہماری جماعت میں مال تو ہے مگر دیانت دار تاجر نہیں ملتے۔ شروع شروع میں میرے پاس بہت سے ایسے لوگ آتے تھے کہ ہمارے پاس روپیہ ہے وہ کسی کام میں لگوا دیں۔ اب بھی آتے ہیں مگر اب چونکہ لوگوں کو پتہ لگ گیا ہے کہ میں ایسے روپیہ کو رڈ کر دیتا ہوں اور اس کی ذمہ داری نہیں لیتا، اس لئے کم آتے ہیں۔ تو میں نے بیان کیا کہ میرے پاس لوگ روپیہ لاتے ہیں اگر دیانت دار تاجر مل سکیں تو ان کو بھی فائدہ پہنچ سکتا ہے اور روپیہ والوں کو بھی۔ اس تقریر کے بعد پانچ سات رُقعے میرے پاس آئے کہ آپ کا سوال تو یہی تھا نا کہ دیانتدار آدمی نہیں ملتے۔ سو وہ دِقّت دور ہوگئی اور ہم اپنے آپ کو پیش کرتے ہیں، آپ ہمیں روپیہ دِلوائیں ہم دیانت داری سے کام کرنے والے ہیں۔ یہ لوگ سب کے سب ایسے تھے جن کے پاس پھوٹی کوڑی کا امانت رکھنا بھی میں جائز نہ سمجھتا تھا اور بعد میں بعض ان میں سے خیانت میں پکڑے بھی گئے تو صرف منہ کا دعویٰ کچھ نہیں بلکہ عمل سے اس کی تائید ہونی چاہئے۔ جو اسی طرح ہوسکتی ہے کہ جو قربانی کی خواہش رکھتا ہے وہ اس کے مطابق ماحول بھی پیدا کرے۔ ایک شخص آتا اور کہتا ہے کہ میں خدا کے لئے اپنا سارا وقت قربان کرتا ہوں مگر ساتھ ہی یہ کہہ دیتا ہے کہ میں چھ گھنٹہ کی ڈیوٹی دیتا ہوں۔ آٹھ گھنٹہ سوتا ہوں، دو گھنٹے نمازوں میں صَرف کرتا ہوں، دو گھنٹے پاخانہ پیشاب میں گزر جاتے ہیں، دو گھنٹے سیر، دو گھنٹے احباب سے بات چیت میں گزارتا ہوں اور باقی دو گھنٹے گھر میں زائد کام کرتا ہوں۔ تو اس طرح ۲۴ گھنٹہ کا حساب دے دینے کے بعد میں اُس کے لئے ۲۵ گھنٹے کس طرح بنا سکتا ہوں اور اس سے کیا کام لے سکتا ہوں۔ اُس کے اِس دعویٰ کا یہ مطلب ہے کہ یا تو وہ خود بیوقوف ہے یا مجھے

بیوقوف سمجھتا ہے اسے چاہئے کہ پہلے دو چار گھنٹے بچائے اور پھر یہ نہ کہے کہ میں سارا وقت پیش کرتا ہوں بلکہ کہے کہ تین گھنٹے مَیں پیش کرسکتا ہوں۔ دیانت داری کا تقاضا یہ ہے کہ جب تم دعویٰ کرتے ہو تو اس کے پورا کرنے کے سامان بھی مہیا کرو ورنہ تم تمسخر کرتے ہو خدا سے، اور تمسخر کرتے ہو اُس کے رسول سے، اور تمسخر کرتے ہو اُس کے خلیفہ سے اسی طرح ایک شخص کہتا ہے میں اپنی جان دین کے لئے پیش کرتا ہوں اور حقیقتاً وہ اپنی جان کسی اور کے پاس بیچ چکا ہوا ہے تو میں اُس کے اس دعویٰ کو کیا کرسکتا ہوں۔ پس میں نے بتایا تھا کہ اگر واقعہ میں تمہارے اندر آگ ہے، عشق ہے، زندگی ہے اور قربانی کی خواہش ہے تو اس کے لئے ماحول پیدا کرو پھر تم مؤمن بن سکو گے اور پھر خدا کے گھر میں تمہاری عزت ہوگی۔ اگر ایسا نہیں تو تم خدا کو دینے نہیں آئے بلکہ اُس سے لینے آئے ہو۔

دوسری بات یہ کہی تھی کہ گنجائش کے علاوہ قربانی کی عادت بھی چاہئے۔ ہمارے ملک میں ملاّنوں کی قوم لالچی مشہور ہے۔ کہتے ہیں کوئی مُلاّ کسی خشک کنویں میں گر گیا جو بہت گہرا نہیں تھا۔ لوگ اسے نکالنے کے لئے جمع تھے اور کہتے تھے کہ مُلاّ جی! ہاتھ دو مگر وہ چپ چاپ کھڑا تھا۔ کوئی مسافر گزر رہا تھا اُس نے کہا کہ آپ لوگ مُلاّنوں کا مزاج نہیں سمجھتے دیکھو! میں مُلاّ کو نکالے دیتا ہوں۔ یہ کہہ کر وہ آگے بڑھا اور اپنا ہاتھ لٹکا کر کہا کہ مُلاّ جی! ذرا ہاتھ تو لینا اُس کا یہ کہنا تھا کہ مُلاّ نے اُچک کر اُس کا ہاتھ پکڑ لیا۔

یوں تو یہ لطیفہ ہے مگر اس میں صداقت ضرور ہے یعنی جسے کسی کام کی عادت نہ ہو وہ اُسے کر نہیں سکتا عیسائیوں نے اِس سے بہتر انتظام کر رکھا ہے۔ وہ صدقہ خیرات پادریوں کے سپرد کردیتے ہیں اِس لئے ان میں قربانی اور ایثار کا مادہ زیادہ ہوتا ہے۔ پس اول تو قربانی کے لئے سامان جمع کرو اور پھر اس کی عادت ڈالو اگر سامان نہیں ہیں تو کہاں سے دو گے۔ جب مال بچاتے نہیں۔ جان کسی کے سپرد ہے وقت سب تقسیم شدہ ہے تو خدا کو کیا دو گے۔ بے شک ایک وقت ایسا آتا ہے کہ جب سب کام کاج چھوڑ دینے کا حکم ہوتا ہے ایسے موقع پر مخلص تو ضرور گھر بار سب کچھ چھوڑ کر آجائیں گے مگر اس سے پہلے پہلے جو قربانیاں ہیں جو لوگ انہیں بھی نہیں کرسکتے وہ یہ انتہائی قربانی کس طرح کرسکتے ہیں۔ ابھی تو صرف یہ کہا جاتا ہے کہ اپنی آمد کا ایک حصہ پیش کردو لیکن جو شخص یہ بھی نہیں کرتا وہ موقع آنے پر نوکری سے استعفیٰ دے کر کس طرح آجائے گا۔ پس گزشتہ سال جو میں نے کہا تھا کہ قربانی کے لئے

ماحول کی ضرورت ہے، وہ آج بھی ویسی ہے۔ ہمارے خلاف لوگوں میں اس قدر اشتعال بھر دیا گیا ہے کہ تبلیغ کا کام بہت مشکل ہو گیا ہے۔ بے شک اِس سال بیعت گزشتہ سالوں کی نسبت زیادہ ہے مگر اس سال تبلیغ بھی تو گزشتہ سالوں سے بہت زیادہ ہوئی ہے۔ اور جب محنت زیادہ اور نتیجہ کم ہو تو اِس کا یہی مطلب ہے کہ ہم نے کچھ کھویا ہے پایا نہیں۔ پچھلے سال اگر کوئی چیز پانچ روپیہ سیر تھی اور تم پانچ روپے دے کر ایک سیر لے آئے۔ اور اس سال وہ آٹھ روپیہ سیر ہوا اور تم دس روپیہ دے کر سَوا سیر لے آئے تو زیادہ خریدنے کی وجہ سے یہ نہیں کہیں گے کہ تم زیادہ مالدار ہو گئے ہو۔ جو چیز تم گھر میں لائے گو وہ زیادہ تھی مگر جو رقم تم نے اِس سال دی وہ نسبتاً بہت ہی زیادہ تھی۔ پس دیکھنا یہ ہے کہ تم نے خرچ کیا کیا اور نتیجہ کیا نکلا۔ مجھے یقینی طور پر تو علم نہیں مگر مجھ پر یہ اثر ہے کہ بیعت اِس سال زیادہ ہے مگر اِس کے مقابلہ میں اس سال ہم نے تبلیغ پر جو زور دیا ہے وہ بھی پہلے سالوں سے بہت زیادہ ہے۔ پہلے سالوں میں اگر ۳۰، ۴۰ مبلّغ کام کرتے تھے تو اِس سال چھ سات سَو مبلّغین نے کام کیا ہے۔ اس لئے اگر بیعت سوائی یا ڈیوڑھی بھی ہو گئی ہو تو یہ کوئی خوشی کا موقع نہیں بلکہ اِس کا مطلب یہ ہے کہ مشکلات بڑھ گئی ہیں اور قربانی کی زیادہ ضرورت ہے۔ دشمن کا حملہ بھی زیادہ ہے گو احرار کو اللہ تعالیٰ کے فضل سے شکست ہوئی ہے مگر ہمارے مخالف صرف احرار ہی نہیں۔ جو لوگ ان کے مخالف ہیں وہ بھی ہماری مخالفت میں ان سے کم نہیں۔ بلکہ آجکل تو مخلص مسلمان کی علامت ہی یہ ہو گئی ہے کہ ہم کو زیادہ گالیاں دے۔ اِس کا نتیجہ یہ ہے کہ احرار کو ذلیل کرنے کے لئے جو پچاسوں واعظ پھر رہے ہیں وہ بھی ان کی مخالفت کرنے سے پہلے ہم کو گالیاں دے لیتے ہیں تا ان پر احمدی یا احمدی نواز ہونے کا الزام نہ آ سکے۔ اور اس طرح ہماری مخالفت جو پہلے محدود تھی اب زیادہ پھیل گئی ہے حتّٰی کہ اب کے ڈسٹرکٹ بورڈوں کے جو انتخاب ہوئے ہیں ان میں بھی احمدیت یا احمدیوں کی حمایت کا سوال اُٹھایا جاتا رہا ہے۔ اور لوگوں نے اپنے مخالف کو شکست دینے کا ذریعہ ہی یہ سمجھا ہوا تھا کہ اسے احمدی یا احمدی نواز قرار دیا جائے۔ چنانچہ اس غرض کے لئے بیسیوں لوگوں نے مولویوں اور پیروں کو رقمیں دے دے کر احمدیت کی مخالفت کرائی۔ اس جدو جہد سے ہمارا نام تو بے شک پھیلا مگر ہمارے خلاف بغض بھی بڑھ گیا۔ اور اس صورتِ حالات کا مقابلہ کرنا ہمارا فرض ہے ورنہ ایک دو سال میں ہمارے خلاف ایسی دیوار بن جائے گی جسے توڑنا بہت مشکل ہو گا۔ تم جس دل کو دلائل سے فتح کرنے کے لئے

جاؤ گے، اُسے لو ہے کی ایسی چار دیواری میں بند پاؤ گے کہ تمہارے دلائل اُس سے ٹکرا ٹکرا کر اُسی طرح ضائع ہو جائیں گے جس طرح کوئی مضبوط شخص چٹان کے ساتھ اپنا سر ٹکرا ٹکرا کر پھوڑ لیتا ہے پس تم بھی اپنے ماحول کو وسیع کرو۔ ہوشیار جرنیل لڑائی میں اپنی صفوں کو لمبا کرتے ہیں تا دشمن کے پہلوؤں پر سے گزر کر عقب میں سے اس پر حملہ کر سکیں۔ ان کے دشمن بھی اگر ہوشیار ہوتے ہیں تو وہ بھی اپنے بازوؤں کو پھیلاتے جاتے ہیں تا کہ حملہ آور اپنے اس ارادہ میں کامیاب نہ ہو سکے۔ پس جب ہمارا دشمن اپنی صفوں کو پھیلا رہا ہے تا کہ ہمارے لئے واپسی کا راستہ بھی باقی نہ چھوڑے تو ہمارا بھی فرض ہے کہ اپنی صفوں کو وسیع کریں۔ اس لئے اس سال پچھلے سال سے قربانی کی ضرورت زیادہ ہے اور میں دوبارہ اعلان کرتا ہوں کہ اس سال بھی سادگی اور کفایت کا اصول مدنظر رکھا جائے۔

مَیں نے ممانعت کی تھی کہ کوئی احمدی سینما، تھیئٹر اور سرکس وغیرہ نہ دیکھے سوائے اِس کے کہ کسی کو اپنی ڈیوٹی کے طور پر یا سرکاری حیثیت سے وہاں جانا پڑے۔ مثلاً بعض لوگ درباروں وغیرہ میں شامل ہوتے ہیں اور پروگرام کی تقاریب دیکھنی پڑتی ہیں یا سینما میں کوئی احمدی ملازم ہو اور اللہ تعالیٰ نے اُس کی روزی اسی میں رکھی ہو تو اُسے مشین وغیرہ دیکھنے کے لئے جانا ہوگا مگر وہ بھی تماشہ دیکھنے کے لئے نہ جائے۔ یہ امر اختیاری نہیں رکھا گیا بلکہ لازمی تھا۔ اور میں نے کہا تھا کہ تین سال تک ہر احمدی اس سے احتراز کرے۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ تین سال کے بعد میں اجازت دے دوں گا بلکہ میں نے کہا تھا کہ اس کے بعد علماء سے مشورہ کر کے فتویٰ شائع کیا جائے گا۔ اس وقت نظامی لحاظ سے مَیں تین سال کے لئے ممانعت کرتا ہوں۔

دوسری نصیحت یہ ہے کہ میں نے گزشتہ سال بتایا تھا کہ مال کے خرچ ہونے کی بڑی بڑی آٹھ جگہیں ہوتی ہیں۔ ایک کھیل تماشہ، دوسرے غذا، تیسرے لباس، چوتھے زیور، پانچویں علاج وغیرہ، چھٹے آرائش، ساتویں تعلیمی اخراجات اور آٹھویں شادی بیاہ وغیرہ۔ یہ آٹھ مواقع ہیں جن پر بیشتر حصہ روپیہ کا خرچ ہوتا ہے جب تک ان آٹھوں میں حد بندی نہ کی جائے، اُس وقت تک خدا کے لئے قربانی کی آواز پر لَبَّیْکَ نہیں کہا سکتا۔ پس سینما اور تھیئٹر، سرکس وغیرہ کی پھر ممانعت کرتا ہوں۔ اس کے بعد سادہ غذا ہے۔ یہ میں نے اختیاری رکھا تھا مگر جماعت کے اکثر دوستوں نے اسے قبول کیا۔ اس میں بھی مَیں کسی تبدیلی کی ضرورت نہیں سمجھتا۔ ہر احمدی خواہ بڑا ہو یا چھوٹا، امیر ہو یا غریب یہ

اقرار کرے کہ صرف ایک سالن استعمال کرے گا سوائے اس کے جو یہ اقرار نہ کرنا چاہتا ہو۔ مگر یہ چیز ایسی ہے کہ جو اسے اختیار کرنے کے لئے تیار نہیں اس کے اندر ضرور نِفاق کی رگ ہوگی ۔ یہ کس طرح ہوسکتا ہے کہ دین کے لئے قربانی کرنے کی غرض سے ماحول پیدا کرنے کے لئے جو شخص زبان کا چسکا بھی نہیں چھوڑ سکتا وہ دین کے لئے قربانی کرنے والا سمجھا جا سکے۔ ایسا انسان کس منہ سے دعویٰ کرسکتا ہے کہ وہ خدا کے لئے اپنی جان قربان کرنے کو تیار ہے۔ جب وہ ایک سے زیادہ سالن قربان نہیں کر سکتا تو کس طرح امید کی جاسکتی ہے کہ جان قربان کر دے گا ایسا شخص فریب خوردہ ہے۔ اس مطالبہ کو میں پھر دُہراتا ہوں اور تمام جماعتیں اپنے ہر فرد سے اقرار لیں کہ وہ ایک ہی کھانا استعمال کرے گا۔ جسے میٹھا کھانے کی عادت ہو وہ اور دوسرے لوگ بھی کبھی کبھی میٹھا استعمال کر سکتے ہیں مگر یہ یاد رکھیں کہ تکلّف نہ ہو۔ ایک کھانے میں بھی انسان تکلّف کرسکتا ہے۔ امراء پر اس قربانی کا زیادہ اثر ہوگا مگر غرباء بھی اس قربانی میں شریک ہو سکتے ہیں۔ کیونکہ اول تو وہ بھی کبھی کبھی دو کھانے تیار کر لیتے ہیں دوسرے ثواب نیت کا ہوتا ہے کسی کو کیا پتہ ہے کہ اگر آج وہ غریب ہے تو کل امیر نہیں ہو جائے گا۔ اگر وہ خدا سے اقرار کرے کہ حالت بدل جانے پر بھی اسی حالت پر قائم رہے گا تو کون کہہ سکتا ہے کہ ایسے شخص کو اس کی نیت کا ثواب نہیں ملے گا بلکہ اس میں فاقہ کش بھی شامل ہو سکتے ہیں کیونکہ بعض اوقات انہیں بھی صدقہ میں دو کھانے مل جاتے ہیں اور اگر وہ ایک کی قربانی کر دیں تو یہ قربانی امیر سے زیادہ سمجھی جائے گی۔ امیر کو روز میسر تھا مگر فاقہ کش کو اتفاق سے مل گیا اور اُس نے خدا کے لئے اپنی خواہش کی قربانی کر دی۔ تو امیر غریب سب کو اِس میں شامل ہونا چاہیئے۔ ہاں مہمان کے لئے ایک دو روز تک ایک سے زیادہ کھانے تیار کرانے کی اجازت ہے مگر جس نے کئی ماہ رہنا ہو وہ مہمان نہیں سمجھا جاسکتا۔ رسول کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ مہمانی تین روز کی ہے۔ اور اگر مہمان بے تکلّف ہو تو پسندیدہ امر یہی ہے کہ اس کے لئے بھی ایک ہی کھانا ہو۔ ہاں جس مہمان سے بے تکلّفی نہیں، اس کے لئے ایک سے زیادہ سالن بھی تیار کئے جاسکتے ہیں کیونکہ واقف مہمانوں کے متعلق تو انسان جانتا ہے کہ وہ کیا چیز پسند اور کیا ناپسند کرتے ہیں مگر نئے مہمان کے متعلق ایسا علم نہیں ہوتا۔ اور بعض لوگوں کی عادت ہوتی ہے کہ وہ بعض چیزیں نہیں کھاتے۔ مثلاً میں جب سے پیدا ہوا ہوں آج تک حلوہ کدو کبھی خوشی سے نہیں کھایا ہاں بعض جگہ مجھے مجبوراً کھانا پڑا اور میں نے کھایا۔ مگر اس حالت میں کہ اندر سے

معدہ اُس کو رڈ کرتا چلا جاتا تھا اور میں بأمرِ مجبوری کھاتا جاتا تھا پس بعض دفعہ اس خیال سے کہ ممکن ہے مہمان کو کوئی چیز پسند نہ ہو یا اُسے کوئی بیماری ہو اور اِس وجہ سے وہ کوئی خاص چیز استعمال نہ کرسکتا ہو اگر دوسرا کھانا پکا لیا جائے تو کوئی حرج نہیں۔ مثلاً مہمان کو بواسیر ہو اور تم نے بینگن پکائے تو ان کے کھانے سے اُسے تکلیف ہوگی اسی طرح مہمان کے متعلق بھی یہ ہدایت ہے کہ اگر وہ سمجھتا ہے کہ میزبان کی دل شکنی نہ ہوگی تو وہ ایک ہی کھانا کھائے۔ اِس سال مجھے بھی بعض ایسی دعوتوں میں شامل ہونا پڑا جن میں ایک سے زیادہ کھانے پکائے گئے تھے مگر میں نے ایک ہی کھایا۔ پس مہمان کو عام صورتوں میں ایک ہی کھانے پر کفایت کرنی چاہیئے لیکن اگر میزبان کی دل شکنی کا ڈر ہو یا غلط فہمی پیدا ہونے کا خوف ہو یا ادب اور احترام چاہتے ہوں کہ میزبان کی پیش کردہ شے کو استعمال کیا جائے تو پھر ایک سے زیادہ کھانے کا استعمال کیا جاسکتا ہے۔ مثلاً کسی غیر احمدی کے ہاں احمدی کی دعوت ہو۔ وہ اس نکتہ کو سمجھ ہی نہیں سکتا جو میں نے پیش کیا ہے پس اس کی دل شکنی سے بچنے کے لئے دوسری چیز بھی کھالی جائے تو کوئی حرج نہیں۔ اسی سال ایک غیر احمدی نے میری دعوت کی۔ میں نے ایک کھانے پر کفایت کی۔ کھانے کے دوران میں وہ ایک چیز لائے اور کہا کہ یہ تو میں نے خاص طور پر آپ کے لئے تیار کروائی ہے یہ ضرور کھائیں۔ مَیں نے اُس میں سے ایک لقمہ لے لیا تا ان کی دل شکنی نہ ہو کہ وہ بھی گناہ ہے پس چونکہ دوسرا کھانا شرعاً حرام نہیں ہے اس لئے ایسے موقع پر دوسری چیز کو بے حد ضرورت استعمال کیا جاسکتا ہے گو پوری کوشش یہ ہونی چاہیئے کہ ایک ہی کھانا استعمال کیا جائے۔

پھر ادب اور احترام کا سوال بھی ہوتا ہے۔ ایک دفعہ رسول کریم ﷺ ایک مجلس میں تشریف رکھتے تھے کہ کوئی شخص دودھ لایا۔ آپ نے پیا اور جو باقی بچا اُسے کسی کو دینا چاہا۔ آپ کے دائیں طرف ایک لڑکا تھا اور بائیں طرف حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تھے آپ نے چاہا کہ دودھ ان کو دیں ممکن ہے حضرت ابوبکرؓ دیر سے بیٹھے ہوں اور آپ نے اس خیال سے کہ بوڑھے آدمی ہیں ان کو دینا چاہا ہو یا اور کسی وجہ سے آپ ان کو دودھ دینا چاہتے ہوں بہر حال آپؐ نے دودھ انہیں دینا چاہا مگر چونکہ آپ کا قاعدہ یہ تھا کہ دائیں طرف کو ترجیح دیتے تھے آپ نے اُس لڑکے سے پوچھا کہ میرے پینے سے کچھ دودھ بچا ہے اور میری عادت یہی ہے کہ دائیں طرف والے کو دیتا ہوں اس لئے یہ تمہارا حق ہے لیکن اگر تمہاری اجازت ہو تو میں ابوبکر کو دے دوں اُس لڑکے نے کہا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ یہ آپ

کا حکم ہے یا مجھے اجازت ہے کہ جو چاہوں کہدوں ۔ آپ نے فرمایا کہ نہیں حکم نہیں بلکہ اگر تم چاہو تو لے سکتے ہو۔ اس پر اُس نے کہا کہ پھر حضرت ابوبکر کے لئے میں تبرک تو نہیں چھوڑ سکتا لا ئیے دودھ میرے حوالے کیجئے ۔ تو بعض ایسے مواقع ہوتے ہیں کہ میزبان کا ادب اور اس کا احترام چاہتا ہے کہ اُس کی پیش کردہ چیز کو رڈ نہ کیا جائے اس موقع پر ایک سے زیادہ کھانوں کی اجازت ہے مگر عام طور پر ایک ہی کھانا استعمال کرنا چاہیئے ہاں بیمار کے لئے کوئی حد بندی نہیں ۔ ناشتہ میں چائے ، سالن نہیں سمجھی جائے گی ۔ چائے کے علاوہ روٹی کے ساتھ کوئی اور چیز بھی استعمال کی جاسکتی ہے ۔

تیسری چیز لباس ہے میں نے کہا تھا کہ جہاں تک ممکن ہو کم کپڑے بنوائے جائیں اور وہ بھی سادہ ہوں ۔ عورتیں گوٹہ کناری استعمال نہ کریں ۔ پھیری والوں سے کپڑا نہ خریدیں ۔ اس طرح بلا ضرورت کپڑے خریدنے کی عادت پڑتی ہے اور صرف صحیح ضرورت پر کپڑا خریدیں ۔ اس ہدایت کو بھی پھر دُہراتا ہوں ۔ پھر میں نے کہا تھا کہ زیور نہ بنوائے جائیں ۔ نہ پرانے تڑوا کر اور نہ نئے ہاں ٹوٹے ہوئے کی مرمت کرائی جاسکتی ہے ۔ شادی بیاہ کے متعلق میں نے کہا تھا کہ زیور کی اجازت ہے مگر جہاں تک ممکن ہو کم زیور بنوائے جائیں ۔

اطباء اور ڈاکٹروں کو ہدایت کی تھی کہ وہ محض تجربے کرنے کے لئے نئی نئی قیمتی دوائیں نہ تجویز کیا کریں ۔ ہاں اگر کسی ایسی دوا کے سوا چارہ نہ ہو تو بے شک تجویز کر دیں کیونکہ انسانی جان بہر حال قیمتی ہے عام طور پر آسان اور سستے نسخے تجویز کیا کریں ۔ آرائش کے سامانوں کے متعلق کوئی قانون تو نہیں بنایا تھا مگر یہ کہا تھا کہ عام طور پر اس سے بچنا چاہیئے ہاں پرانی چیزوں سے عورتیں آرائش کی جو چیزیں بنا لیتی ہیں ان کی ممانعت نہیں ۔ تعلیمی اخراجات کے متعلق میں نے کہا تھا کہ انہیں ہم کم نہیں کر سکتے مگر طالب علموں کو چاہیئے کہ کھانے اور لباس کے اخراجات میں کمی کریں ۔ اُستادوں کی ٹیوشن ، فیسوں اور کتابوں کے اخراجات کم نہیں کئے جاسکتے کیونکہ یہ بھی قوم کا سرمایہ ہے جس سے مال گھٹتا نہیں بلکہ بڑھتا ہے مگر کھانے اور لباس میں جس قدر کمی ممکن ہو اُنہیں کرنی چاہیئے ۔

شادی بیاہ کے متعلق میں نے کہا تھا کہ کوئی قواعد مرتب کرنے تو مشکل ہیں مگر اخراجات میں ضرور کمی کرنی چاہیئے ۔ ولیمہ کی دعوت میں بھی سادگی چاہیئے ۔ میں نے بتایا تھا کہ ڈوموں اور میراثیوں پر جو اخراجات ہوتے تھے ، ان کی جگہ اب ولیمہ نے لے لی ہے معمولی سے معمولی آدمی

بھی ولیمہ کرتا ہے تو سَو دوسَو آدمی کو بلا لیتا ہے اس سے بھی احتراز کرنا چاہئے ۔ ان سب باتوں کا مَیں دوبارہ اعلان کرتا ہوں کیونکہ ان کے بغیر ہم قربانی کرنے کے قابل نہیں ہو سکتے ۔

اس کے بعد میں یہ بتاتا ہوں کہ گزشتہ سال میں نے ساڑھے ستائیس ہزار روپیہ کا مطالبہ کیا تھا مگر جب بجٹ تیار کیا گیا تو وہ ستّر ہزار کا بن گیا کیونکہ کئی اخراجات پہلے اندازہ میں نظر انداز ہو گئے تھے ۔ مثلاً دفتر کے اخراجات ، ہندوستان میں تبلیغ کے اخراجات ، ہندوستان میں اشتہارات کی اشاعت وغیرہ ۔ پھر یہ بھی خیال نہیں کیا گیا تھا کہ ہمیں آدمی سکھانے پڑیں گے اور ان پر اور اُن کے استادوں پر خرچ کرنا پڑے گا ۔ اس طرح بعض دوسرے اندازوں میں بھی غلطی ہو گئی تھی ۔ قرآن کریم کا ترجمہ شائع کرنے کے اخراجات بھی شامل نہیں کئے گئے تھے اس لئے ان سب کو ملا کر بجٹ ستّر ہزار کا بن گیا تھا ۔ اور اب خیال یہ ہے کہ اسّی ہزار خرچ ہو جائے گا گو اِس وقت تک عملاً کم رقم خرچ ہوئی ہے مگر پچھلے سال کے بجٹ میں سے ابھی پانچ ماہ باقی بھی ہیں تحریک گو مَیں نے نومبر میں کی تھی مگر مارچ سے کام شروع کیا جا سکا تھا اور اصل کام مئی سے شروع ہوُا ۔ پس اِس وقت گو کچھ رقم محفوظ ہے مگر وہ خرچ ہو جائے گی ۔ یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ اُس نے جماعت کے اندر ایک ایسی روح پیدا کر دی کہ اس نے اسّی ہزار روپیہ فراہم کر دیا ورنہ سارا بجٹ رہ جاتا ۔ اِس وقت تک جو کام ہوُا ہے اس کی تفاصیل میں مَیں نہیں جا سکتا صرف اِس قدر بتا دیتا ہوں کہ اِس وقت تین تحصیلوں میں کام ہو رہا ہے اور تیس چالیس آدمی کام کر رہے ہیں ۔ بعض جگہ نئی جماعتیں بن گئی ہیں اور بعض جگہ بن رہی ہیں ۔ ان کے علاوہ ہم اس طرح بھی کام لے لیتے ہیں کہ جس غیر صوبہ سے کسی نے اپنے آپ کو تبلیغ کے لئے وقف کیا اسے اسی صوبہ میں لگا دیا ۔ مثلاً بنگال کے ایک دوست نے اپنی چھٹی وقف کی اور ہم نے انہیں بنگال ہی میں ایک علاقہ میں بھیج دیا جہاں پہلے کوئی جماعت نہ تھی ۔ انہوں نے ایک ماہ کام کیا جس کے نتیجہ میں گیارہ آدمیوں کی جماعت وہاں قائم ہو گئی ۔ اسی طرح درجنوں دیہات ہیں جہاں نئی جماعتیں قائم ہو گئی ہیں ۔ بہار اور پنجاب میں بھی کئی ایسے مبلّغ ہیں جنہیں مقررہ حلقوں سے باہر لگا دیا جاتا ہے ۔ سائیکلسٹ بھی کام کر رہے ہیں اور کئی اضلاع کی شہر شماری اور سروے کا کام کر چکے ہیں ۔ ہندوستان سے باہر پانچ مُبلغ بھیجے جا چکے ہیں اور آٹھ نو اِس سال کے لئے تیار ہو رہے ہیں جن کے جانے کے بعد اور نئے آئیں گے ۔ قرآن کریم کے ترجمہ کے لئے بھی تیاری ہو رہی ہے اور تھوڑے

دنوں میں ہی مولوی شیر علی صاحب ولایت جانے والے ہیں۔ اخبار سن رائز لاہور سے اور ایک اور مسلم ٹائمز ولایت سے جاری ہو رہا ہے۔ ایک اخبار اردو میں شائع کیا جارہا ہے اور دو اخبار ایسے ہیں جو ہماری امداد سے چل رہے ہیں۔ ولایت کے اخبار کے متعلق غیر ممالک سے اطلاعات آئی ہیں کہ وہاں اسے قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔ چین سے اطلاع ملی ہے کہ وہاں لوگ اسے شوق سے پڑھتے ہیں۔ سن رائز نے بھی غیر ممالک کے نومسلموں میں روح پھونکنے کے کئے بہت کام کیا ہے۔ امریکہ سے مجھے کئی خطوط نومسلموں کے پہنچے ہیں کہ پہلے جماعت سے ہمیں کوئی وابستگی معلوم نہ ہوتی تھی مگر اب سن رائز میں آپ کے خطبات کے تراجم شائع ہونے کا نتیجہ یہ ہؤا ہے کہ انہیں پڑھ کر ہم بھی اپنے آپ کو جماعت کا ایک حصہ سمجھنے لگے ہیں۔ چنانچہ امریکہ کے نومسلموں نے اس تحریک میں تین ہزار چندہ لکھایا ہے جس میں سے معقول رقم وصول ہو چکی ہے جو بہت بڑی کامیابی ہے کیونکہ وہ لوگ ایسی باتوں کے بالکل عادی نہیں ہیں اور بعض نے تو بالکل شرائط کے مطابق دیا ہے۔ امریکہ میں ایک گورے نوجوان وکیل ہیں۔ مبلّغ امریکہ نے لکھا ہے کہ ان کی مالی حالت خراب تھی اس لئے میں نے سمجھا کہ امراء کے لئے جو رقم مقرر کی گئی ہے ان کی ذمہ داری اتنی نہیں ڈالنی چاہئے مگر انہوں نے خود ہی آکر تین سَو کا وعدہ لکھوا دیا اور پھر اسے ادا بھی کر دیا۔ گویا جو لوگ اسلام کے دشمن تھے اور اس کا نام سننا بھی نہ چاہتے تھے ان کے اندر بھی زندگی کی نئی روح پیدا ہو رہی ہے اِنْشَاءَ اللّٰہُ الْعَزِیْز تھوڑے دنوں میں پندرہ، بیس نئے ممالک میں بھی تبلیغ کا کام باقاعدہ شروع ہو جائے گا اعلان کے وقت یہ بات نظر انداز ہو گئی تھی کہ ان ممالک میں ان کی زبانوں میں لٹریچر کی ضرورت ہوگی لیکن اب اس ضرورت کا بھی احساس ہؤا ہے اور پندرہ بیس نئے ملکوں کو مدنظر رکھ کر جہاں تبلیغ شروع کی جائے گی لاکھوں روپیہ اِس کام کے لئے بھی چاہئے ہوگا گو میرا ارادہ ہے کہ اس کام کو تجارتی اصول پر چلایا جائے اور کتب کو زیادہ تر فروخت کیا جائے اور پہلی کتب کی فروخت پر کتب شائع کی جائیں مگر آٹھ دس زبانیں بھی چُنی جائیں اور پندرہ ہزار کا سرمایہ فی ملک کے لئے وقف کیا جائے جو بہت کم ہے تو بھی ڈیڑھ لاکھ کی ضرورت اِس غرض کے لئے ہے۔ بے شک یہ سب بار ایک سال میں نہیں پڑے گا لیکن اسے پانچ سال پر بھی تقسیم کیا جائے تو تیس ہزار فی سال کی ضرورت ہوتی ہے۔ یہ کام ایسا ہے کہ اسے افراد کی جانی قربانی تکمیل تک نہیں پہنچا سکتی کیونکہ خواہ کتنے آدمی اپنی جان اور اپنا وقت قربان کر دیں

قرآن کریم کا ترجمہ ایک زبان میں بھی شائع نہیں ہوسکتا اس کام کو تو روپیہ ہی پورا کرسکتا ہے۔ چین میں یہ کام شروع بھی ہوگیا ہے۔ ٹیچینگز آف اسلام یعنی تقریر جلسہ مہوتسو کا ترجمہ چینی میں ہو چکا ہے۔ احمدیت اور دعوۃ الامیر کا ترجمہ جلد ہونے والا ہے اور قرآن کریم کے ترجمہ کے لئے بھی مناسب آدمیوں کی تلاش ہورہی ہے۔ انگریزی ترجمہ کی ٹائپ شدہ کاپی بھجوادی گئی ہے تا اِسے سامنے رکھ کر ترجمہ کریں۔ عربی دان علماء بھجوانے کی تیاری ہورہی ہے تا کہ ترجمہ کی صحت میں مدد دیں جاپان میں بھی جلد اسلامی کتب اور قرآن کریم کے ترجمہ کی کوشش کی جائے گی۔ صوفی عبدالقدیر صاحب محنت سے جاپانی زبان سیکھ رہے ہیں تا کہ ترجمہ کی نگرانی کرسکیں۔ ایک ماہ تک ایک تعلیم یافتہ مبلّغ ادھر روانہ ہوگا تا کہ عربی زبان کی مشکلات میں مدد دے سکے۔ غرض یہ سب اخراجات ہیں۔ ادھر بورڈنگ جدید کے اخراجات اور دفتر کے اخراجات کو بھی پہلے شامل نہ کیا گیا تھا مگر میرا ارادہ ہے کہ ہر سال ایک حصہ چندہ کا صدر انجمن احمدیہ کے نام کچھ تجارتی جائداد خریدنے پر لگا دیا جائے تا کہ مستقل اخراجات چندہ پر نہ پڑیں بلکہ جائداد کی آمد سے ادا ہوں۔ اس جائداد کی آمد صرف تحریک جدید کے کاموں پر خرچ کی جائے میں نے اس سال بھی کچھ روپیہ اس خیال سے لگایا تھا جس سے گیارہ بارہ سَو روپیہ کا منافع اِنْشَاءَ اللّٰہُ ہوگا۔ لیکن یہ خیال بہت دیر کے بعد آیا ورنہ چھ سات ہزار کی آمد بہ سہولت پیدا کی جاسکتی تھی۔ آئندہ سال اِنْشَاءَ اللّٰہُ اِس کام کو اچھی طرح چلایا جائیگا اور اِنْشَاءَ اللّٰہُ دفتر تحریک جدید کے بورڈنگ کے اخراجات چندہ سے نہیں بلکہ تجارتی آمد سے چلاتے جائیں گے۔ اور چندہ صرف ہنگامی کاموں کے لئے خرچ کیا جائے گا۔ اس لئے اس سال مَیں پھر اِس مالی تحریک کا اعلان کرتا ہوں لیکن ساتھ ہی دوستوں سے خواہش کرتا ہوں کہ وہ مالی قربانی میں پچھلے سال سے زیادہ حصہ لیں۔ میں دیکھتا ہوں کہ پچھلے سال کی قربانی دشمنوں کے لئے حیرت انگیز تھی مگر میرے نزدیک بعض دوست زیادہ حصہ لے سکتے تھے مگر انہوں نے کم حصہ لیا۔ اسی طرح ہندوستان سے باہر کی ہندوستانی جماعتوں نے اتنا حصہ نہیں لیا جتنا میرے نزدیک وہ لے سکتے تھے۔ کئی دوستوں نے تین سَو کو آخری حد سمجھا حالانکہ یہ زیادہ توفیق والوں کے لئے نیچے کی حد تھی اوپر کی حد نہ تھی مگر بعض نے بہت بڑی قربانی کا بھی ثبوت دیا چنانچہ انہوں نے اپنی آمد کا قریباً 1/4 حصہ علاوہ دوسرے چندوں کے اس تحریک میں دیا اور کُل رقم چھبیس سَو کی گزشتہ سال میں ادا کی۔ یہ اعلیٰ درجہ کا اخلاص ہے۔ ان کے ہاں اولاد نہیں ہے اور ان کا

نام لئے بغیر میں تحریک کرتا ہوں کہ دوست ان کے لئے ضرور دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ اولاد عطا کرے جو نیک اور دین کی خادم ہو۔

پس دوبارہ اس تحریک کا اعلان کرتے ہوئے مَیں اِس امید کا اظہار بھی کرتا ہوں کہ دوست پہلے سے زیادہ اس سال حصہ لیں گے اور حقیقی قربانی کا ثبوت دیں گے تا ایمان کی قیمت میں اضافہ کا ثبوت مل سکے جو شخص ایک سال خوشخطی کی مشق کرتا ہے یقیناً اگلے سال اُس کا خط بہتر ہوتا ہے۔ اس طرح قربانی کرنے والے کے ایمان میں بھی اضافہ ظاہر ہونا چاہئے۔ پس دوستوں کو اس امر کا ثبوت دینا چاہئے کہ گزشتہ سال کی قربانی نے ان کے ایمان میں اضافہ کیا ہے۔ اور آج وہ پچھلے سال سے زیادہ خدا کی راہ میں تکلیف اُٹھانے کے لئے تیار ہیں۔ اور چاہئے کہ ہر جماعت کا چندہ پہلے سے بڑھ جائے اور ہر فرد کا چندہ پہلے سے زیادہ ہو۔ سوائے اس صورت کے کہ کسی کے لئے ایسا کرنا ناممکن ہے اور میں جانتا ہوں کہ بعض کے لئے ایسا کرنا فی الواقع ناممکن ہے کیونکہ بعض نے اپنی اس سال کی آمد میں سے چندہ نہ دیا تھا بلکہ گزشتہ عمر کا اندوختہ سب کا سب دیا تھا ایسے دوست بے شک روپیہ کی صورت میں گزشتہ سال جتنا حصہ نہیں لے سکیں گے لیکن یقیناً ان کا اخلاص ضائع نہیں جائے گا۔ اللہ تعالیٰ ان کے اخلاص اور گزشتہ سال کی قربانی کی وجہ سے اس سال ان کے ثواب کو رقم کے لحاظ سے نہیں بلکہ گزشتہ قربانی کے لحاظ سے بڑھائے گا۔ ان کے سوا جو لوگ ایسے ہوں وہ بڑی قربانی نہ کر سکتے ہوں ان کو بھی مَیں نصیحت کروں گا کہ وہ کچھ بڑھا دیں۔ مثلاً پانچ کی جگہ چھ کر دیں یا دس کی جگہ گیارہ کر دیں تا کہ ان کا قدم نیکی میں آگے بڑھے کھڑا نہ رہے۔

میں جماعت کو بتا چکا ہوں کہ ابتلاؤں کا ایک لمبا سلسلہ ان کے سامنے ہے، ایک نہ ختم ہونے والی جنگ ان کے سامنے ہے جسے اللہ تعالیٰ کا ہاتھ ہی ختم کرے گا۔ گزشتہ قوموں کی امید ان سے کی جاتی ہے کیونکہ ان کے سپرد دنیا کی آخری جنگ کا فیصلہ کیا گیا ہے پس یاد رکھو کہ جو اِس وقت کی حقیر قربانی نہیں کر سکتا کہ یہ جو مطالبات مَیں کر رہا ہوں آئندہ کے مقابلہ پر بالکل حقیر ہیں اُسے اِس سے بڑی قربانیوں کی توفیق نہیں مل سکے گی۔ جو آج چھوٹی کلاس کا سبق یاد نہیں کرتا وہ کل بڑے امتحان میں ضرور فیل ہوگا۔ جو آج قربانی کی مشق نہیں کرتا وہ کل ضرور میدانِ کارزار سے بھاگے گا۔ منافق یہی کہتے ہوئے مر جائیں گے کہ ہائے چندہ ہائے چندہ مگر ان کا ٹھکانہ خدا کے پاس نہیں ہوگا۔ ان کی

باتوں میں نہ آؤ اور اگر کسی کا دل ایسا ہے کہ اُس پر منافقوں کی باتوں کا اثر ہوتا ہے تو اُسے چاہئے کہ علیحدہ ہو جائے منافق کی رفاقت ہمیں کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتی۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ منافق تمہارے ساتھ ہونگے تو تمہاری صفوں کو خراب کریں گے پس ہر ایسا شخص پیچھے ہٹ جائے تو یہ بھی اُس کی ایک خدمت ہوگی۔ مگر یاد رکھو کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بعثت کوئی کھیل نہیں یہ شیطان سے جنگ کا آخری اعلان ہے۔ آج کل اٹلی اور حبشہ کی جنگ ہو رہی ہے۔ مگر اس کی کیا حقیقت ہے تمہاری اس جنگ کے مقابلہ میں۔ لیکن اسی جنگ سے اٹلی ایک سرے سے دوسرے سرے تک ہل گیا ہے۔ مسولینی نے بھی حکم دیا ہے کہ لوگوں کو گوشت کی ایک ہی ڈش ملے یہ پہلا حکم ہے جو کسی ملک میں دیا گیا ہے اور یہ میرے حکم کے بعد کا ہے۔ اٹلی کے ڈکٹیٹر کا حکم ہے کہ تمام ملک میں ہر شخص گوشت کی ایک ہی ڈش استعمال کرے۔ مگر ابھی وہ اس مقام پر نہیں پہنچا جو میں نے تجویز کیا تھا یعنی کسی قسم کا دوسرا سالن استعمال نہ کرو مگر بہر حال آج اٹلی کے لوگ ایک چھوٹی سی جنگ کے لئے ہر قسم کی قربانیاں کر رہے ہیں۔ اگر ہم خدا تعالیٰ کی بات پر ایمان رکھتے ہیں اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بعثت کی عظمت پر یقین رکھتے ہیں تو ہمارے اندر اٹلی سے زیادہ جُنبش پیدا ہونی چاہئے کیونکہ ہماری جنگ اس جنگ سے بڑی ہے اور جس قدر وہ بڑی ہے اسی قدر قربانی بھی بڑی ہونی چاہئے۔ یہ جنگ احادیث کی رو سے شیطان اور رحمٰن کی آخری جنگ ہے پس جب تک تم اپنی زندگیوں کو روحانی سپاہیوں کے رنگ میں نہ ڈھال لو اور اپنے آپ کو خدا کے حکموں سے مقیّد نہ کر لو، فتح حاصل نہیں کر سکتے۔ جنگِ عظیم میں دو کروڑ آدمی مارے گئے یا زخمی ہوئے تھے۔ اربوں ارب روپیہ خرچ ہؤا تھا۔ صرف انگریزوں کا دو کروڑ روپیہ روزانہ صَرف ہوتا تھا مگر ہمارے لئے اس سے بڑھکر جنگ درپیش ہے کیونکہ ہمارا کام دلوں کا فتح کرنا اور انسانوں کی عادتوں اور اخلاق اور خیالات کو بدلنا ہے، ہم جب تک اپنے اوقات اور اپنے اموال کو ایک حد بندی کے اندر نہ لے آئیں اور اس کے بعد خدا تعالیٰ سے عرض نہ کریں کہ اے خدا! تُو نے ہمیں بلایا اور ہم تیرے حضور حاضر ہو گئے ہیں اُس وقت تک سب دعوے باطل اور اُمنگیں اور خواہشیں بے سود ہیں اور کوئی چیز ہمیں فائدہ نہیں دے سکتی۔ خالی دعوے تو پاگل بھی کرتا ہے لیکن اُس کے دعوؤں کو کون وُقعت دیتا ہے کیونکہ وہ جو کہتا ہے کرتا نہیں ہے اور عمل کے بغیر کوئی ترقی نہیں ہوگی تحریک کے متعلق باقی حصے میں اِنْشَاءَ اللّٰہُ اگلے خطبات میں بیان کروں گا

آج چندوں کے متعلق اعلان کر دیتا ہوں اور اللہ تعالیٰ پر اس تحریک کی تکمیل کو چھوڑتا ہوں کہ یہ کام اُسی کا ہے اور میں صرف اُس کا ایک حقیر خادم ہوں ۔لفظ میرے ہیں مگر حکم اُس کا ہے وہ غیر محدود خزانوں والا ہے اُسے میرے دل کی تڑپ کا علم ہے اور اِس کام کی اہمیت کو جو ہمارے سپرد ہے وہ ہم سے بہتر سمجھتا ہے۔ پس میں اُسی سے درخواست کرتا ہوں کہ وہ جماعت کے سینوں کو کھولے اور ان کے دلوں کے زنگ کو دور کرے تا وہ ایک مخلص اور باوفا عاشق کی طرح اُس کے دین کی خدمت کے لئے آگے بڑھیں ۔اور دیوانہ وار اپنی بڑی اور چھوٹی قربانی کو خدا تعالیٰ کے قدموں میں لا ڈالیں ۔اور اپنے ایمان کا ایک کھلا ثبوت دے کر دشمن کو شرمندہ کریں اور اُس کی ہنسی کو رونے میں بدل دیں ۔اور نہ صرف یہ قربانی کریں بلکہ دوسرے مطالبات جو جانی اور وقتی قربانیوں سے تعلق رکھتے ہیں ان میں دل کھول کر حصہ لیں ۔اَللّٰھُمَّ یَارَبِّ۔ آمین۔ہاں دوستوں کو یہ ضرور یاد رہے کہ اس چندہ کا اثر صدر انجمن کے چندوں پر ہرگز نہ پڑے کہ ایک ہاتھ کو بچانے کے لئے دوسرا ہاتھ کاٹ دینا بیوقوفی ہے۔اور چاہیئے کہ تحریک امانت کو بھی دوست نظر انداز نہ کریں ۔اور جو دوست اس وقت تک حصہ نہیں لے رہے اِس میں حصہ لیں اور جو کم حصہ لیں رہے ہیں وہ اپنا حصہ اور بھی بڑھا دیں تا خدا تعالیٰ کی نصرت ان کے شامل حال ہو اور اُس کا فضل ان پر بارش کی طرح نازل ہو۔اے میرے ربّ! اپنے اس غریب اور عاجز بندے کی دعا کو سن اور ہر ایک جو میری آواز پر لَبَّیْکَ کہتا ہے تو اُس سے ایسا ہی معاملہ کر۔آمین۔ یَا رَبَّ الْعَالَمِیْنَ۔

(الفضل ۱۹ رنومبر ۱۹۳۵ء)

۱؎ التوبة: ۲؎ الانفال:۷ ۳؎ البقرة:۱۵۵